ڈاکٹر رؤف پاریکھ

بابائے اردو کے خطوط بنام مرزا ظفر الحسن

اس مضمون کا مقصد بابائے اُردو کے چار خط کو پیش کرنا ہے جو غالب لائبریری کراچی کے ذخیرۂ مکتوبات سے حاصل کیے گئے ہیں۔ اس مضمون کے آخر میں ضروری حواشی بھی شامل کر دیے گئے ہیں تا کہ خطوط کے مندرجات کی تفہیم میں آسانی ہو۔ لیکن اس سے قبل بابائے اُردو اور مرزا ظفر الحسن کے بارے میں:

بابائے اردو مولوی عبدالحق (۱۸۷۰ء۔۱۹۶۱ء) کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس کو یہاں دہرانا لاحاصل ہوگا۔ اس ضمن میں چند مآخذ یہ ہیں: ثاقب، شہاب الدین، بابائے اردو مولوی عبدالحق: حیات اور علمی خدمات، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۸۵ء؛ انجم، خلیق (مرتب)، مولوی عبدالحق: ادب اور لسانی خدمات (جلد اول)، انجمن ترقیٔ اردو ہند، دہلی، ۱۹۹۲ء؛ انجم، خلیق (مرتب)، مولوی عبدالحق: ادب اور لسانی خدمات (جلد دوم)، انجمن ترقیٔ اردو ہند، دہلی، ۱۹۹۳ء؛ احمد، مختار الدین، مولوی عبدالحق، ساہتیہ اکادمی، دہلی، ۱۹۸۴ء؛ نقوی، سید قدرت، مطالعۂ عبدالحق، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۹۷ء۔

مرزا ظفر الحسن ادیب، براڈ کاسٹر اور سول سرونٹ تھے۔ ادارۂ یادگار غالب اور غالب لائبریری (کراچی) کا قیام ان کا بڑا کارنامہ ہے۔ وہ ۳ جون ۱۹۱۶ء کو سنگا ریڈی (ریاست حیدر آباد دکن) میں پیدا ہوئے۔ جامعہ عثمانیہ سے بی اے کیا۔ ۱۹۳۶ء میں دکن ریڈیو سے وابستہ ہوگئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد نظام دکن نے ریاست حیدر آباد دکن کی آزادی کا اعلان کیا لیکن بھارتی افواج نے قائد اعظم محمد علی جناح کی وفات (۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء) کے اگلے روز دکن پر حملہ کر دیا۔ اس کڑے وقت میں دکن ریڈیو نے بڑا اہم کردار ادا کیا اور ظفر الحسن اس وقت وہاں اسسٹنٹ اسٹیشن ڈائریکٹر تھے۔ ان نازک حالات میں دکن ریڈیو کی پالیسی کے اہم نکات یہ تھے: دکن کی آزادی، پاکستان دوستی اور بھارتی ہٹ دھرمی کا مقابلہ۔ بالآخر سقوطِ دکن ہوا۔ جنوری ۱۹۴۹ء میں مرزا ظفر الحسن پاکستان آ گئے۔ ۱۹۵۰ء میں ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہوگئے۔ ۱۹۵۸ء میں ان کی خدمات پاکستان الیکشن کمیشن کے سپرد کر دی گئیں۔ غالب کی صد سالہ برسی کے موقعے پر پوری دنیا میں بڑے پیمانے پر تقریبات منعقد ہو رہی تھیں لیکن پاکستان میں بڑی حد تک خاموشی تھی۔ مرزا صاحب نے ارادہ کیا کہ اس موقعے پر تقاریب کا سلسلہ ہونا چاہیے۔ فیض احمد فیض اور دیگر نام ور اہلِ قلم کے تعاون سے کراچی میں بڑے کام یاب اور یادگار پروگرام منعقد ہوئے اور مطالعاتِ غالب کے فروغ کے لیے مستقل ادارے کے قیام کا فیصلہ ہوا چنانچہ ادارۂ یادگار غالب اور غالب لائبریری کا کراچی میں قیام عمل میں آیا۔ فیض اس کے پہلے صدر اور مرزا صاحب معتمد تھے۔ یہاں سے ایک ادبی جریدہ ''غالب'' بھی جاری کیا گیا۔ مرزا ظفر الحسن کی تصانیف میں سے بعض کی تفصیل یہ ہے: محبت کی چھاؤں میں (افسانے) (۱۹۳۹ء)، ذکرِ یار چلے (۱۹۷۰ء)، صلیبیں مرے دریچے کی (مرتبہ) (۱۹۷۱ء)، متاعِ لوح و قلم (مرتبہ) (۱۹۷۳ء)، پھر نظر میں پھول مہکے (۱۹۷۴ء)، عمرِ گزشتہ کی

کتاب (۱۹۷۸ء)، دکن اداس ہے یارو (۱۹۷۸ء) وغیرہ۔ کچھ کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔ ۴ ستمبر ۱۹۸۴ء کو کراچی میں انتقال کیا۔ تفصیلات: ظفر الحسن، مرزا، ذکرِ یار چلے، کراچی، ۱۹۷۰ء، متفرق صفحات؛ نیز فاطمہ، لئیق، ''مرزا ظفر الحسن: حیات اور کارنامے''، غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم فل، سنٹرل یونیورسٹی اوف حیدر آباد (دکن)، ۱۹۸۵ء، (زیرِ نگرانی گیان چند جین، متفرق صفحات)۔

ان خطوط کو پیش کرتے وقت:

۱۔ ہم نے بابائے اردو کے املا کو بالکل تبدیل نہیں کیا اور اس ضمن میں ان کی دست نوشتہ تحریر کو سند مانا ہے، مثلاً بعض مقامات پر انھوں نے ہمزہ نہیں لکھا (جیسے ''طلبائے جامعہ'' میں ''ے'' پر ہمزہ نہیں ہے) یا کہیں امالہ نہیں کیا تو ہم نے اسے جوں کا توں لکھ دیا ہے۔

۲۔ چند ایک مقامات پر وضاحت کے لیے ایک لفظ کا اضافہ کرنا پڑا ہے۔ اس لفظ کو چوکور خطوط وحدانی میں (یعنی [ ] کے درمیان) لکھا گیا ہے تاکہ اصل متن سے الگ رہے۔

۳۔ یہ خط انجمن کے لیٹر ہیڈ پر لکھے گئے ہیں اور ان پر انجمن کا نام اور پتا وغیرہ طبع کیے ہوئے ہیں۔ گو کراچی میں انجمن ترقیٔ اردو کا دفتر بہت عرصے تک اسی عمارت میں رہا جہاں ابتدا میں تھا لیکن اس کا پتا جس طرح وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا گیا وہ بہت دل چسپ ہے۔ کراچی میں جس عمارت میں انجمن کا پرانا دفتر تھا (وہ عمارت اب بھی انجمن کے استعمال میں ہے لیکن کتب خانہ اور دفاتر گلشنِ اقبال منتقل ہو چکے ہیں) اس کا نام شاردا مندر تھا اور جس سڑک پر یہ واقع تھی اس کا نام دیا نند سرسوتی روڈ تھا۔ عہدِ غلامی کے یادگار نام جب تبدیل ہونے لگے تو سول ہسپتال قریب ہونے کی وجہ سے اس سڑک کا نام اسپتال روڈ رکھا گیا۔ پھر اس کا نام اردو روڈ ہو گیا اور یہ بابائے اردو کے بعض خطوط (مثلاً بنام فیض) میں بھی چھپا ہوا ہے۔ پھر اس سڑک کا نام بابائے اردو کی وفات کے بعد بابائے اردو روڈ رکھا گیا اور یہ اب اسی نام سے معروف ہے۔

۴۔ اسی طرح ان خطوط میں سے دو پر حوالہ نمبر بھی ہے جو غالباً دفتر کے عملے نے لکھا ہوگا کیوں کہ یہ انگریزی میں ہے (بابائے اردو سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ حوالے کا شمار انگریزی میں لکھتے)۔ دوسرے خط پر حوالہ نمبر ۸۲۳ اور چوتھے خط پر ۹۹۵ ہے۔ پہلے خط پر انجمن کا فون نمبر نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد کی افراتفری میں فون کیسے لگتا۔ لیکن بابائے اردو کے ۱۹۵۰ء کے ایک خط پر انجمن کا فون نمبر ۲۷۸۴ چھپا ہوا ہے۔ البتہ ۱۹۵۴ء اور اس کے بعد بابائے اردو کے کئی خطوط پر ایک مختلف نمبر نظر آتا ہے جو ۳۲۷۸۴ ہے:

۵۔ یہاں پیش کیے گئے خطوط میں سے پہلا خط دراصل ایک صداقت نامہ ہے جو بابائے اردو نے مرزا ظفر الحسن کو جاری کیا ہے۔

۶۔ غالب لائبریری (کراچی) میں خطوط کا بڑا ذخیرہ محفوظ ہے اور یہ مرزا ظفر الحسن صاحب ہی کی مساعیٔ جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ یہ خطوط اسی ذخیرے سے لائبریری کے شکریے کے ساتھ پیش ہیں۔ بابائے اردو کے چند دیگر خطوط بھی غالب لائبریری میں موجود اور محفوظ ہیں لیکن چوں کہ ان میں سے کسی پر بھی مکتوب الیہ کا نام درج نہیں ہے لہٰذا ان پیش کیے گئے خطوط کو چھوڑ کر باقی کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس کے نام ہیں۔ بعض داخلی شواہد کی بنا پر راقم کا خیال ہے کہ ان میں سے کچھ فیض احمد فیض، کچھ سبطِ حسن اور کچھ سجاد ظہیر کے نام ہیں۔ لیکن سرِ دست ان خطوط کو پیش نہیں کیا جا رہا کیوں کہ بغیر تحقیق و تصدیق کے کسی کے نام سے منسوب کر کے ان کی اشاعت مناسب نہ ہوگی۔

البتہ ان خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۹۵۸ء کے ایوّب خانی مارشل لا سے قبل (اور کچھ عرصے بعد تک بھی) بابائے اردو کے ترقی پسند اہلِ قلم سے مراسم تھے اور وہ ان سے رابطے میں بھی تھے (اگر چہ ایوّب خان کے دور میں ترقی پسند اہلِ قلم کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن ایوّب خان کا مارشل لا بابائے اردو اور انجمن کے حق میں فالِ نیک ثابت ہوا اور ایوّب خان کے سکریٹری اور معروف ادیب قدرت اللہ شہاب کی مداخلت پر انجمن کا انتظام دوبارہ بابائے اردو کے ہاتھ میں آ گیا تھا[۱])

(۱)

کل پاکستان انجمن ترقی اردو
شاردا مندر، دیانند سرسوتی روڈ
کراچی نمبر ا
۲۹ رمئی ۱۹۴۹ء

میں مرزا ظفر الحسن صاحب سے بخوبی واقف ہوں۔ یہ عثمانیہ یونی ورسٹی حیدر آباد دکن کے گریجویٹ ہیں۔ انجمن اتحادِ طلبائے جامعۂ عثمانیہ کے صدر رہے ہیں۔ یہ ادبی ذوق بھی اچھا رکھتے ہیں۔ ان کے افسانے ڈرامے اور تنقیدی مضامین اردو کے مشہور رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔
خاص کر ریڈیو اور نشریات سے متعلق متعدد مضامین اور مقالے لکھے ہیں۔ حیدر آباد [دکن] کی نشر گاہ میں اسسٹنٹ اسٹیشن ڈائریکٹر تھے۔ وہاں انھوں نے قابلِ تعریف کام کیا۔ چنانچہ دوسری جنگ عظیم کے نشری پروپیگنڈے کے صلہ میں انھیں گورنمنٹ کی طرف سے ''وکٹری میڈل'' عطا کیا گیا۔ بحیثیت اسسٹنٹ اسٹیشن ڈائریکٹر حیدر آباد [دکن] ریڈیو انھوں نے آخر وقت تک حیدر آباد [دکن] کی آزادی کا جس خوبی اور شد و مد سے پروپیگنڈا کیا وہ خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے۔
یہ بہت مستعد، ذہین اور فرض شناس نوجوان ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کی صلاحیتوں اور اہلیت سے ضرور فائدہ اٹھایا جائے گا۔

عبدالحق

(۲)

کل پاکستان انجمن ترقی اردو
اسپتال روڈ، کراچی، ا
۲۱ راپریل ۱۹۵۰ء

عزیز من سلمہ۔ تمھارا خط پہنچا۔ تم جنگ کا اداریہ پڑھ کر کیوں کڑھتے ہو۔ میں ہمیشہ ہدف مطاعن رہا ہوں۔ میرے لیے معمولی بات ہوگئی ہے۔ مجھے ان باتوں سے کبھی رنج نہیں ہوتا اور نہ کبھی میں ایسی باتوں کا جواب دیتا ہوں۔ تم ہرگز ہرگز جواب دینے کا خیال نہ کرنا۔ ان اخباروں کے یہ ذاتی خیال نہیں عہدہ داروں کو خوش کرنے کے لیے لکھتے ہیں۔
مجھے یہ معلوم کر کے بہت افسوس ہوا کہ تم اس قدر علیل ہو کہ حرکت تک نہیں کر سکتے اور صاحب فراش ہو۔ معلوم نہیں وہاں تمھاری غور پرداخت کرنے والا بھی کوئی (ہے) یا نہیں۔ خدا کرے تم جلد اچھے ہو جاؤ۔

خیر طلب
عبدالحق

(۳)

کل پاکستان انجمن ترقی اردو
اسپتال روڈ، کراچی ا
۷رمئی ۱۹۵۰ء

عزیز من سلمہٗ۔ خط پہنچا۔ میرے پاس تقریر کی کوئی نقل نہیں ہے۔ البتہ قومی زبان کے ایڈیٹر حکیم اسرار احمد صاحب[۲] نے ریڈیو والوں سے حاصل کر لی ہے۔ وہ ۱۶ مئی کے پرچے میں شائع کریں گے۔ ان سے کہہ دوں گا کہ وہ پرچہ آپ کو بھیج دیں۔

میں نے بے شک دہلی حیدر آباد اور اورنگ آباد سے بھی بعض تقریریں نشر کی تھیں۔ ایک ڈھاکے سے بھی۔ مجھے اس کا مطلق شوق نہیں۔ جب یہ لوگ بہت مجبور کرتے ہیں تو ناچار اس کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔ جب سے میں کراچی آیا ہوں ریڈیو والے میرے سر تھے۔ بار باران کی فرمائش رد کر دی۔ اب کے انھوں نے ایسا تنگ کیا کہ میں انکار کرتے ہوئے خود شرما گیا۔

مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی کہ اب تمھاری صحت اچھی ہے۔ ''شاہین'' میں تمھارا مضمون ضرور پڑھوں گا۔

خیر طلب
عبدالحق

(۴)

کل پاکستان انجمن ترقی اردو
اسپتال روڈ
کراچی ا
۱۶رمئی ۱۹۵۰ء

عزیز من سلمہٗ۔ تمھارا خط پہنچا۔ مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی کہ تمھیں ریڈیو پاکستان پشاور میں جگہ مل گئی اور صحت بھی اچھی ہے۔ خدا مبارک کرے۔

میں بہت دنوں سے پشاور جانے کا ارادہ کر رہا ہوں لیکن کچھ ایسا مصروف رہا کہ موقع نہ ملا۔ ان شاء اللہ کبھی نہ کبھی ضرور آؤں گا۔ اب تمھیں اردو کی اشاعت کا اچھا موقع ہاتھ آ گیا ہے۔

خیر طلب
عبدالحق

حواشی:

[۱] انجمن ترقی اردو اور اس کے زیر اہتمام قائم اردو کالج کے نظما کے درمیان غلط فہمیاں تھیں جو شدید کشیدگی میں تبدیل ہو گئی تھیں۔ اردو کالج کے کچھ لوگ بابائے اردو کے سخت مخالف ہو گئے تھے (مثلاً میجر آفتاب حسن اور حکیم محمد احسن) اور بابائے اردو کو بالکل بے دست و پا کر دیا گیا تھا۔ انھیں طرح طرح سے ستایا جاتا تھا۔ ان کے ملاقاتیوں کو روکا جاتا، ملازمین کو خدمت سے منع کر دیا گیا تھا اور ان کے ہمدردوں کو دھمکیاں دی جاتی تھیں۔ اس وقت بابائے اردو کی عمر پچاسی برس سے بھی زیادہ تھی اور وہ بیمار تھے۔ بالآخر ۱۹۵۸ء میں مارشل لا لگنے کے بعد صدر ایوب خان کے

حکم پر کالج اور انجمن دونوں دوبارہ بابائے اردو کے ہاتھ میں دے دیے گئے۔ اس مثبت تبدیلی میں ابن انشا اور ان کے دوست قدرت اللہ شہاب (جو ایوب خان کے سیکریٹری تھے) کا بڑا ہاتھ تھا۔ ان سب واقعات کی کچھ تفصیل شجاع احمد زیبا نے دی ہے۔ ملاحظہ ہو: مولوی عبدالحق اور اردو کالج کراچی، مشمولہ مولوی عبدالحق: ادب اور لسانی خدمات (جلد اول)، مرتبہ خلیق انجم محولہ بالا، بالخصوص: ص ۱۷۳۔۱۸۰

۲۔ حکیم اسرار احمد کریوی (۱۹۰۶ء۔۱۹۹۱ء) بابائے اردو کے دیرینہ رفیق تھے۔ قیامِ پاکستان سے قبل ''امید'' (ناگ پور) اور ''دنیا'' (الہ آباد) اور قیامِ پاکستان کے بعد ''انجام'' (کراچی) سے وابستہ رہے۔ تحریکِ پاکستان میں بھی حصہ لیا۔